35

مصائب سے بچنے کا طریق

(فرمودہ ۱۲؍ مارچ ۱۹۱۹ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ اور سورۃ فلق کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"ہر ایک ملک میں خواہ وہ تعلیمیافتہ لوگوں کا ہو یا جہاد کا۔ اور اس میں کسی مذہب کے لوگ آباد ہوں عیسائی ہوں۔ یا یہودی۔ مسلمان ہوں یا سکھ، زرتشتی ہوں۔ یا اور کسی مذہب کے یہ رواج چلا آتا ہے۔ یا یوں کہو کہ ان میں یہ خواہش چلی آتی ہے کہ ان لوگوں کو ایسے ذرائع مل جائیں جن سے وہ بغیر کسی ظاہری کوشش کے مصائب سے بچ جائیں۔ پرانے زمانہ میں جادو کا رواج تھا آج تک اس کا اثر چلا آتا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ آج جبکہ تعلیم اس قدر پھیل گئی ہے اور لوگ عام طور پر قسم قسم کے اوہام سے بچ گئے ہیں۔ پھر بھی جادو کا خیال موجود ہے۔ اس کی ہر دلعزیزی اور اثر اندازی کا اس سے پتہ لگتا ہے کہ آج جبکہ علوم کے پانیوں نے لوگوں کے سینوں کو دھو دیا ہے پھر بھی اس کا اثر باقی ہے بلکہ سینوں کے اندر گہرے طور پر موجود ہے۔ جب ہم تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ پہلے بڑے بڑے اہم اُمور کا دارومدار انہی باتوں پر ہوتا تھا۔ بادشاہ کو اپنی فوج پر اتنا وثوق نہ تھا جتنا کہ کاہن کے منتروں پر۔ جرنیلوں کو اپنی تدبیر اور قوت بازو پر اتنا بھروسہ نہ تھا۔ جتنا کہ بازو پر لٹکے ہوئے تعویذ پر۔ اسی طرح مریض کو طبیب کے بتائے ہوئے نسخہ پر اتنا یقین نہ تھا۔ جتنا ایک پڑھے ہوئے دانہ پر ہوتا تھا۔ عورت کو فرمانبرداری خوش اخلاقی اور خاوند کی خدمتگذاری سے خاوند کو اپنی طرف مائل کر لینے کی اتنی اُمید نہ ہوتی تھی جتنی بھوج پتر پر لکھے ہوئے چند بے معنی الفاظ یا لکیروں پر۔

غرض جادو اور ٹونے کو زندگی کے ہر ایک صیغہ میں بہت دخل تھا۔ بادشاہوں کی حکومت میں اس کو دخل تھا۔ امور خانہ داری میں اس کا دخل تھا۔ عورت و مرد کے تعلقات میں اس کا دخل تھا۔ دوستوں کی دوستی میں اس کا دخل تھا اور آج بھی حقیقت سے ناواقف لوگ سب سے پہلے یہی سوال کرتے ہیں کہ کوئی ایسا منتر بتایا جائے جس سے دشمن زیر ہو جائے۔ کوئی ایسا منتر ہو جس سے محبت کا سکّہ خاوند کے دل

میں جم جائے۔ کوئی ایسا تعویذ ہو جس سے سب مشکلات اور مصائب دُور ہو جائیں۔ وہ کوشش کرنے کو بناوٹ اور سعی کو دھوکہ اور محنت کو وہم خیال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر کسی بات میں حقیقت ہے تو وہ منتر میں ہے۔ کیونکہ اس سے ان کے خیال میں بغیر کوشش اور جدوجہد کے دشمن زیر ہو جاتا ہے اور ہر ایک مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ منتروں کا اثر لوگوں کے نزدیک بہت بڑا اثر ہے۔ یورپ کے لوگ جنہوں نے اس قسم کی آزادی حاصل کر لی ہے کہ اپنے خدا کے بھی قائل نہیں رہے۔ اُنھوں نے مسیح کی پیروی سے اپنے آپ کو آزاد کر لیا ہے۔ گرجے کی حکومت کے جوئے کو پرے پھینک دیا ہے مگر ٹونے اور منتروں سے آزاد نہیں ہو سکے۔ یورپ نے خدا سے انکار کیا۔ خدا کے رسولوں کو چھوڑ دیا۔ خدا کے رسولوں کی کتب سے روگرداں ہوا۔ لیکن اگر نہیں آزاد ہوا۔ تو منتروں کی حکومت سے آزاد نہیں ہوا۔ چنانچہ اسی جنگ کے دَوران میں جو مختلف جرنیلوں کی رپورٹیں شائع ہوئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مارے گئے ان میں سے اکثر اشخاص کے بازوؤں پر تعویذ بندھے ہوتے تھے۔ گویا خدا کے منکر رسولوں کے منکر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تعویذ کے ذریعہ موت سے بچ جائیں گے۔

تو ان باتوں کا اب بھی ایسا گہرا اثر ہے کہ علوم کی ترقی بھی اس کو مٹا نہیں سکتی۔ مَیں نے ابھی پچھلے دنوں "بہائیوں" کی ایک کتاب پڑھی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ امریکہ میں اس مذہب کی اشاعت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں داخل ہونے والوں کو ایک خفیہ نام دیا جاتا ہے اور اس کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ نام بہت پُراسرار اور بڑا اثر والا ہوتا ہے اس کتاب کا مصنف لکھتا ہے کہ میرے جی میں بھی آتا ہے کہ اس نام کے لیے بہائی ہو جاؤں، لیکن مَیں چونکہ درحقیقت اس مذہب کو سچا نہیں جانتا۔ اس لیے منافقت سے داخل ہونے کو پسند نہیں کرتا۔ بہائیوں میں رواج ہے کہ جب کوئی ان میں داخل ہو تو وہ اس کو ایک نام دیتے ہیں۔ اور وہ عربی زبان کا کوئی لفظ ہوتا ہے۔ مثلاً جو شخص اچھا لکھنے والا ہوا اُس کو "سلطان القلم" نام دیدیا۔ چونکہ وہ لوگ عربی نہیں جانتے اس لیے خیال کرتے ہیں کہ یہ کوئی خاص اثر رکھنے والا خفیہ نام ہے اس کے ذریعہ ہم تمام آفات سے بچ جائیں گے۔

اسلام نے ان توہمات کو مٹایا ہے اور اس قسم کے خیالات کی تردید کی ہے، لیکن اصل حقیقت کو برقرار اور قائم کر دیا ہے اور اسلام کی یہی خوبی ہے کہ ہر بات میں وسطی طریق اختیار کرتا ہے جھوٹی باتوں کو رد کر دیتا ہے اور سچی کو برقرار رکھتا ہے۔ جہاں تک بنانا مفید ہوتا ہے۔ بناتا ہے۔ اور جتنا مٹانا ہوتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے۔ تو اسلام نے بھی ایک جادو اور تعویذ بتایا ہے، لیکن اس میں

اور عام لوگوں کے سمجھے ہوئے جادو میں بڑا فرق ہے۔ لوگ جو تعویذ بتاتے ہیں وہ بے معنی اور بےاثر ہوتے ہیں۔

مگر اسلام نے آفات سے بچانے کے لیے جو گُر بتایا ہے اس میں طاقت ہے کہ اگر انسان اس پر عمل کرے اور اس کی تکرار کرے تو بہت سے فتنوں سے بچ جاتا ہے۔ لوگوں کے جادو محض لکیریں اور ہندسے اور اشارات ہوتے ہیں مگر میں آج اسلام کا ایک ایسا کلمہ بتاتا ہوں جس پر عمل کرنے سے انسان بلاؤں سے بچ جاتا ہے۔

فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں اللہ تعالیٰ کا نام لیکر یہ عبارت پڑھتا ہوں۔ جو تمام خوبیوں کا جامع ہے، اور تمام نقصوں سے پاک ہے۔ الرحمٰن وہ ایسی ہستی ہے جو بغیر کوشش کئے انسان کے وہم وخیال میں بھی جو کچھ نہیں ہوتا دیتی ہے۔ الرحیم بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جب اس کے فضلوں کے ماتحت دیتے ہوئے سامانوں کو انسان استعمال کرے تو اپنے فضلوں کو دوبارہ اس پر نازل فرماتا ہے۔ میں ایسے خدا کا نام لیکر جو ایسی صفتوں اور ایسی شان والا ہے۔ شروع کرتا ہوں آگے فرماتا ہے۔

قل اعوذ برب الفلق میں پناہ مانگتا ہوں۔ برب الفلق اس خدا کی جو تمام مخلوقات کا رب ہے۔ فلق کے معنی ہیں ہر چیز جو خلق ہوئی۔ خدا تعالیٰ کے سوا تمام چیزیں اس میں داخل ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ مخلوق نہیں ہے۔ بلکہ وہ خالق ہے تو کس کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس ذات کی جو تمام مخلوق کا رب ہے۔ کوئی چیز خواہ وہ زمینوں میں ہو خواہ وہ آسمانوں میں اس کی ربوبیت سے باہر نہیں پس وہ ہستی جس کی ربوبیت کی تمام چیزیں پہلے بھی محتاج تھیں۔ اب بھی ہیں۔ آئندہ بھی رہیں گی۔ ایسے خدا کی میں پناہ ڈھونڈتا ہوں۔

کس بات سے پناہ ڈھونڈتا ہوں؟ من شر ما خلق ان تمام چیزوں کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہیں کہتے ہیں ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں۔ مگر بہت سی مخلوق ہوگی جس کے پاؤں ہاتھی سے بڑے ہونگے، لیکن یہ کہدینے سے کچھ بھی باہر نہیں رہتا۔ کہ جو کچھ خدا نے پیدا کیا ہے اس تمام کی بدی اور شر سے پناہ چاہتا ہوں۔ پھر فرمایا من شر غاسق اذا وقب ایک عام بدی ہوتی ہے اور ایک خاص بعض اوقات شر خاص رنگ میں جوش مارتا ہے۔ جیسے بیماریاں وبا کے طور پر پھیلتی ہیں۔

غاسق رات کو کہتے ہیں اور وقب جب اس کی تاریکی پھیل جاتی ہے۔ اس لیے اس کا یہ مطلب ہوا کہ میں نہ صرف معمولی مرضوں سے بلکہ ان سے جو عام طور پر پھیلنے اور تمام دُنیا میں چھا جاتے ہیں ان سے پناہ مانگتا ہوں۔

پھر فرمایا و من شرّ النفّٰثٰتِ فی العقد اور پناہ مانگتا ہوں ان سے جو گرہوں میں بداثرات پھونکنے والے ہیں۔ و من شرّ حاسدٍ اذا حسد اور پناہ چاہتا ہوں حاسد کے حسد سے۔

دُنیا میں ان چار باتوں سے ہی انسان کو واسطہ پڑتا ہے اور کوئی شر ان چار سے باہر نہیں رہ جاتا۔ دو وہ ہیں جو آفات و مصائب کے متعلق ہیں اور دو وہ ہیں جو ترقی و عروج کے متعلق ہیں۔ ایک وقت انسان پر ایسا ہوتا ہے اور ایک وقت وہ ہوتا ہے جب وہ مصائب سے نکل کر ترقی کے میدان میں چلا جاتا ہے اور خوشی و خرمی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ ایک وقت اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ آفات سے بچنا چاہتا ہے اور دوسرے وقت جب وہ مصائب سے نکل جاتا ہے تو اس آرام کے قیام کی خواہش کیا کرتا ہے۔ پہلا ادنیٰ درجہ ہے اور دوسرا اعلیٰ ایک وقت میں جبکہ جہالت کی زندگی بسر کرتا ہے چاہتا ہے کہ جہالت دُور ہو کر اس کو علوم حاصل ہو جائیں اور جب علوم مل جاتے ہیں۔ تو ان کی حفاظت کی فکر ہوتی ہے۔ کہ جو کچھ مَیں نے حاصل کیا ضائع نہ ہو جائے۔ اسی طرح ایک وقت جبکہ بیمار ہوتا ہے۔ کوشش کرتا ہے کہ بیماری دُور ہو جائے اور جب بیماری دُور ہو جاتی ہے تو قیام صحت اور افزائش طاقت کے لیے مقویات کا استعمال کرتا ہے۔

اس سورۃ میں ان چاروں درجوں کا ذکر ہے (۱) فرمایا من شرّ ما خلق۔ وہ بدیاں جو فرداً فرداً پائی جاتی ہیں (۲) وہ جو عام طور پر پھیل کر چھا جاتی اور اندھیرا کر دیتی ہیں یعنی ایسے فتنے جو اپنی وسعت سے تمام چیزوں کو گھیر لیتے ہیں تو مشکلات اور مصائب کے متعلق ہوا۔

(۳) من شرّ النفّٰثٰت فی العقد اب ترقی آتی ہے تمام سامانِ ترقی جمع ہو جاتے ہیں مگر یہ فتنہ ان تمام سامانوں کو پراگندہ کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ دُعا کرو کہ مَیں اس فتنہ سے بھی پناہ چاہتا ہوں۔ وہ کیا ہوتا ہے؟ یہ کہ سامان عمدہ مل گیا۔ سستا بھی مل گیا۔ اور ہر قسم کی آسانیاں بھی پیدا ہو گئیں۔ اور درمیانی تمام دقتیں بھی رفع ہو گئیں، لیکن آگے فائدہ اُٹھانے میں رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کے متعلق فرمایا کہ وہ جو گرہوں میں پھونکنے والی ہیں ان سے پناہ مانگتا ہوں یعنی وہ بد اثرات جن کے باعث سامان ضائع ہو کر نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔ ان سے محفوظ رہنے کی التجا کرتا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدائی سامانوں میں جو فتنہ ہو سکتے ہیں اور جن ذرائع سے ہو سکتے ہیں۔ ان سے بچایا جائے۔ پھر فائدہ اُٹھانے کے بعد جو خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اے خدا ان سے بھی بچا۔ وہ حاسدوں کا حسد ہوتا ہے۔ اس لیے دُعا سکھلائی کہ حاسدوں کا حسد اور ان کی بدکوششوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ اب بتاؤ ایسی جامع دُعا کے بعد کس چیز کی ضرورت رہ جاتی ہے اور کونسی مصیبت اور مشکل ہے جو

دور نہیں ہوسکتی۔

یہ دُعا ہے جو اسلام نے ہر ایک مومن کو سکھائی ہے۔ اگر اس کا ورد کیا جاتے۔ تو انسان بہت سی بلاؤں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سوتے تھے جب تک کہ ان دُعاؤں کو پڑھ نہ لیتے تھے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ آپ جس وقت بستر پر تشریف لے جاتے تھے تو سورۃ اخلاص اور سورۃ فلق اور سورۃ الناس کو پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر پھونکتے اور جسم پر جہاں جہاں تک ہاتھ جا سکتا تھا ہاتھ پھیر لیتے اور ایسا ہی تین دفعہ کرتے۔ اور اس کے ساتھ اور بھی بعض دُعائیں ملاتے تھے اور آیت الکرسی بھی پڑھتے تھے[1] یہ اس شخص کا دستور العمل تھا جس کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا واللہ یعصمك من الناس (المائدہ: ۶۸) اور جس کے لیے خدا کی حفاظت ہر طرف سے قائم تھی اس سے خیال کر سکتے ہو کہ اور لوگوں کے لیے ایسا کرنا کس قدر ضروری ہے۔ جو لوگ یہ دُعا نہیں پڑھتے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت ہے مگر وہ لوگ اس سے واقف نہیں۔ اگر جانتے تو ضرور پڑھتے۔ لیکن میں آپ لوگوں کو آگاہ کرتا ہوں کہ قرآن کریم نے ہمیں مصائب و آفات سے بچنے کا یہ گُر بتا دیا ہے اور اس سورۃ میں تمام جسمانی آفتوں کا ذکر ہے اور ان سے محفوظ رہنے کا طریق بتایا گیا ہے۔ رُوحانی آفات اور ان سے بچنے کا ذکر اگلی سورۃ میں ہے۔

پس تمام ابتلاؤں سے بچنے کا گر اس سورۃ میں ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ نہ تو انسان کو بالکل ہی اسباب کو ترک کر دینا چاہیئے اور نہ بالکل اسباب پر ہی گر پڑنا چاہیئے۔ کیونکہ اسباب سے ہرگز ترقی نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ اللہ تعالےٰ پر توکل نہ ہو۔ اور اس کا فضل شامل حال نہ ہو۔ یہ کلمات اسباب ترقی اور حفاظت سے منع نہیں کرتے۔ اصل بیج خیالات ہوتے ہیں۔ اگر بیج کھوکھلا ہو تو کبھی عمدہ کھاد اور اچھی زمین اس کو فائدہ نہیں دے سکتی۔ پس اسباب مہیا کرو لیکن باوجود اس کے کامیابی اُس وقت ہوگی جب اللہ تعالیٰ پر توکل ہوگا اور خدا کے فضل کے جذب کرنے کے لیے دُعاؤں کی بھی ضرورت ہے۔

مَیں نے جو آج یہ سورۃ پڑھی ہے۔ اس کی خاص غرض ہے اور وہ یہ کہ جیسا کہ مختلف اخبارات سے معلوم ہو رہا ہے پچھلے دنوں میں جو مرض پھیلا تھا۔ وہ آجکل پھر بعض مقامات پر پھوٹ رہا ہے اور یورپ میں تو اس دفعہ قیامت کا نمونہ بنا ہوا ہے لکھا ہے کہ ہسپتال اس قدر مریضوں سے پُر ہیں کہ بہت سے مریض ہسپتالوں کے سامنے پڑے پڑے مرجاتے ہیں اور ان کے لیے علاج کرنے کا موقعہ

---

[1] بخاری کتاب التفسیر باب فضل المعوذات

اور ہسپتال میں داخل کرنے کے لیے جگہ نہیں مل سکتی۔ ڈاکٹر دستیاب نہیں ہوتے اور شفاخانوں میں کہدیا جاتا ہے کہ گنجائش نہیں ہے۔ وہاں ایسا سخت حملہ ہے کہ پہلے تو بعض مریض بچ بھی جاتے تھے۔ مگر اب شاید ہی کوئی بچتا ہے۔ ہندوستان کے بعض حصوں میں بھی یہ مرض شروع ہے۔ پنجاب میں بھی ہے۔ مگر تاحال زور اور وبائی صورت نہیں ہے۔ طاعون بھی ہندوستان میں شروع ہے اور یہ اس کے خاص دن ہیں۔

پچھلی دفعہ ابھی مرض یہاں آیا نہیں تھا کہ میں نے ایک خطبہ میں ہوشیار کیا تھا۔ مگر افسوس کہ اس سے فائدہ نہ اُٹھایا گیا۔ دیکھو خدا تعالیٰ سب کا رب ہے کیونکہ رب الفلق ہے اس نے ہر ایک چیز پیدا کی ہوتی ہے۔ اس لیے جب تک اسی سے ہر ایک چیز کے شر سے بچنے کی التجا نہ کی جائے اور وہی انکے شر کو نہ روک دے اور کوئی صورت محفوظ رہنے کی نہیں ہے۔ "جے توں اُسدا ہو رہیں تاں سب جگ تیرا ہو" یعنی اگر تو خدا کا ہو جائے تو تمام دنیا تیری ہی خادم ہو جائیگی۔ پس اگر انسان خدا کے لیے ہو جائے اور خدا اس کا ہو جاتے تو پھر تمام مخلوق اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ دنیا میں بادشاہ سے جس کا تعلق ہو اور حکمران جس پر مہربان ہو لوگ اس کی خوشامدیں کرتے اور اسے نقصان پہنچانے سے ڈرتے ہیں۔ پھر کیا اگر خدا ہمارا ہو جائے تو کوئی آفت ہمارا کچھ بگاڑ سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔

پس اگر اور لوگ بلاؤں اور آفتوں سے ہلاک ہوتے ہیں۔ تو انھیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ان کو ان بلاؤں سے بچنے کا علم نہیں ہے۔ لیکن تم پر اگر مصیبت آتی ہے۔ تم اگر آفتوں میں پڑتے ہو تو یہ بات قابلِ تعجب ہے۔ کیونکہ تمہیں ان سے بچنے کا طریق بتایا گیا ہے۔ کچھ مصائب اور ابتلاء تو ترقی کے لیے ہوتے ہیں۔ جن سے گذرنا تمہارے لیے ضروری ہے۔ مگر الٰہی سلسلوں کے لیے وبائیں نہیں ہوتیں۔ جیساکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ طاعون احمدیوں میں وباء کے طور پر نہیں آئیگی[1] مختلف شکلوں میں فرداً فرداً تکلیفیں آتی ہیں۔ مگر ایسی مصیبت جو تباہ کُن ہو خدا کی پیاری جماعت کو نہیں آیا کرتی چونکہ تم خدا کی راہ میں قدم مار رہے ہو اور اس کے دین کی اعانت کر رہے ہو۔ اس لیے تم یہ مت خیال کرو کہ تم بے بس اور بے کس ہو۔ اگر تمہارے ساتھ خدا ہے تو کوئی چیز تمہیں گزند نہیں پہنچا سکتی۔ مگر اپنی حالت کو درست کرو۔ تمہیں سامانوں سے منع نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اس سے روکا جاتا ہے کہ بالکل سامانوں پر ہی نہ گر پڑو۔

جب مصائب عام ہوں تو ان کے دُور ہونے کے لیے دُعائیں بھی عام ہی ہوتی ہیں۔ ہاں ایسے وقت میں ہوشیار سب کو کر دیا جاتا ہے۔ اور ہلاکتوں سے وہی بچائے جاتے ہیں جو ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ پس اس وقت ہر ایک کو تبدیلی کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے

[1] کشتی نوح

بہت لوگ مایوسی کے سبب سے ہلاک ہو جاتے ہیں مگر تم وہ ہو جنہوں نے خدا کے فضل کے دامن کو پکڑا ہے۔ اس لیے تمہارے لیے کوئی مایوسی نہیں ہے۔ اگر تم پر خدانخواستہ کوئی مشکل آئے تو مت یقین کرو کہ وہ تمہیں تباہ کر دیگی کیونکہ تمہارا اس خدا سے تعلق ہے جو واقعی تمام ہلاکتوں سے بچا سکتا ہے۔ مایوسی تو ایسی بُری چیز ہے کہ انسان کو کافر بنا دیتی ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے انہ لا یایئس من روح اللہ الا القوم الکفرون (یوسف: ۸۸) اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔ پس مایوسی ایسی چیز ہے کہ ایمان گھٹتے گھٹتے کفر کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ اس لیے تم کسی وقت میں اپنے آپ کو مایوس نہ ہونے دو اور خدا پر توکل رکھو۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا یقین اور اس کے فنا کا خوف ہو اور پھر دعاؤں پر زور دو جب یہ بات انسان میں پیدا ہو جائے تو پھر کوئی ہلاکت اس پر اثر نہیں کر سکتی۔ یہ دُعائیں ہیں جن کو استعمال کرو۔ ان کے ساتھ وہ دُعائیں بھی ہیں۔ جو حضرت صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بتائی ہیں۔

(اتنا فرما کر حضور بیٹھ گئے۔ جب دوسرے خطبہ کے لیے کھڑے ہوتے تو فرمایا:)

مَیں نے ایک دفعہ ایک رؤیا دیکھی۔ شاید حضرت مسیح موعود اس وقت زندہ تھے۔ مَیں اور کچھ اور آدمی کشتی میں سوار تھے اور ایک بہت بڑے سمندر میں چلے جا رہے تھے کہ سخت طوفان آیا۔ اور کشتی چلتے چلتے بھنور میں پڑ گئی۔ بہت کوشش کی اور چپو چلاتے کہ کسی طرح کشتی اس بھنور سے نکل جائے مگر جُوں جُوں ہم کوشش کرتے تھے وہ اسی قدر زیادہ بھنور میں پڑتی جا رہی تھی۔ ہم اسی طرح زور لگاتے رہے اور ہماری حیرانی بڑھتی جا رہی تھی کہ ایک آدمی نے کہا یہاں ایک پیر کی قبر ہے۔ اگر اس سے دُعا کی جائے تو ہم اس ہلاکت سے بچ سکتے ہیں۔ مَیں نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا۔ میرے ساتھیوں میں سے بعض کہنے لگے اگر اگر پیر سے دُعا کی جائے تو کیا حرج ہے۔ مگر مَیں یہی کہتا رہا کہ یہ تو شرک ہے۔ ہمیں ڈوبنا منظور ہے مگر یہ شرک ہرگز نہیں کریں گے چونکہ خطرہ دمبدم بڑھ رہا تھا اس لیے میرے روکتے روکتے میرے ساتھیوں میں سے ایک نے کاغذ پر کچھ لکھا اور سمندر میں ڈالنا چاہا۔ مَیں نے کاغذ روک لیا۔ یا کسی اور طرح ضائع کر دیا اور سختی سے کہا کہ یہ شرک ہے۔ ہم شرک نہیں کریں گے۔ جب مَیں نے یہ کہا تو اُسی وقت کشتی اُچھل پڑی اور اس گرداب سے باہر نکل آئی۔

مصیبت کے اوقات میں بعض انسان شرک میں پڑ جاتے ہیں۔ مگر اس کی وجہ وہی نا اُمیدی ہوتی ہے۔ بیشک مصائب آئیں مگر توکل الٰہی کا دامن نہ چھوڑنا چاہیئے۔ پھر اگر تمہاری کشتی بھنور میں بھی ہوگی تو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو باہر نکال دے گا۔"

(الفضل ۵ اپریل ۱۹۱۹ء)